Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 1 (Jul-Sep 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

تفسیر فتح القدیر میں جاہلی شاعری سے استشہاد
(سورۃ النور کا اختصاصی تجزیاتی مطالعہ)

Invoking of Jahili Poetry in Tafsir Fath Al-Qadir
(An Analytical Study of Surat Al-Noor)

Muhammad Imran
Ph. D Scholar of Department of Islamic Thought &Culture, NUML Islamabad

Dr Noor Hayat khan
Associate Professor, Department of Islamic Thought &Culture, NUML Islamabad,
Email: nhayat@numl.edu.pk

Published:
September 30, 2023

Abstract

Allah Almighty revealed the Holy Quran on the heart of Holy Prophet Muhammad (PBUH) in an eloquent language, which contains spiritual perfections as well as the glory of an incomparable miracle. For this reason, the commentators (Muffassirīn) make full use of the poetry of Jāhiliya to highlight different aspects of the Holy Qur'an during the exegesis. Jāhilī poetry is known by the name of Dewān-e-Arab. From the time of the prophet, s companions, this process began that they used to present evidence from Jāhilī poetry to interpret the Quranic verses. In this context Hazrat 'Umer (RA) said it is necessary to make use of the Diwān of Jāhilī poetry. In this regard the method of Hazrat Abdullah ibn 'Abbās

CC BY

(RA) is very vivid. Almost all the Commentators (Muffassirs) followed his footsteps to narrate the Qur'anic meanings. The Author of Tafsīr Fath al-Qadīr has quoted rich evidences from Jāhilī poetry while making tafsīr. This paper will justify the fact that in Sūrah Al-Nūr. In Sūrah Al Nūr Imām Al Shūkānī got help from Jahilī poetry while interpreting the Qur'anic Ayats. The study of Sūrah Al Nūr is very important in the present Era for purity of character and improvement of social manners. In this paper, the research Methodology with qualitative paradigm will be adopted to reach on the conclusion in this study.

Keywords: Imām Al-Shūkānī, Holy Qur'an, Jāhilī Poetry, Tafsīr, Fath al-Qadīr.

موضوع کا تعارف واہمیت

قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کے قلب اطہر پر ایسی فصیح و بلیغ زبان میں اتارا گیا جو نہ صرف لفظی محاسن سے مزین تھا بلکہ معنوی کمالات سے بھی معمور تھا اور اپنے حسن بیان میں وہ اعجاز رکھتا ہے کہ جس کی تعبیرات اور معنوی اطلاقات ہر دور کے تقاضوں کے مطابق وموافق اور ہم آہنگی کی صلاحیت رکھتی ہیں یہی وجہ کہ مفسرین دوران تفسیر قرآن مجید کے معانی کو کئی پہلوؤں سے اجاگر کرنے کے لیے دور جاہلیت کی شاعری سے بھی بھرپور استفادہ کرتے ہیں شعر جاہلی سینہ بہ سینہ یعنی زبانی بیان ہوتی رہی ہے اور یہ دیوان عرب کے نام سے موسوم ہے۔ عربی شعری ادب میں زمانہ کے لحاظ سے شعراء کے چار طبقے ہیں، اور یہ سلسلہ دور صحابہ سے ہی شروع ہو گیا تھا کہ وہ قرآنی آیات کی تفہیم کے لیے جاہلی شاعری کی طرف رجوع کرتے تھے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآنی آیات کی توضیح میں اس کا خوب اہتمام کرتے تھے اسی ضمن میں آپ کا قول ہے "اے لوگو! تمھارے اوپر دور جاہلیت کے دیوان سے استفادہ کرنا لازم ہے کیوں کہ اس میں تمھاری کتاب (قرآن مجید) کی تفسیر ہے اور تمھارے کلام کے معانی کا بیان ہے"[1] اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی شعر جاہلی

CC BY

میں مہارت تامہ رکھتے تھے کہ ایک دفعہ نافع بن ارزق نے آپ سے قرآن مجید کے غریب الفاظ کی تفسیر کی غرض سے دو سو سوالات کیے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے جوابات ارشاد فرماتے وقت جاہلی اشعار کو بطور دلیل پیش فرمایا اس مناظرے کی تفصیلات "الاتقان "[2] میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔اسی اہمیت کے پیش نظر نامور مفسرین نے دوران تفسیر جاہلی شاعری کی سے استفادہ کیا ہے اسی بناء پر امام محمد بن علی بن محمد الشوکانی (متوفیٰ1250ھ)نے بھی اپنی شہرہ آفاق تفسیر بنام "فتح القدیر"میں تقریبا ایک ہزار جاہلی اشعار کو بطور شواہد پیش کیا ہے۔زیر تحقیق مقالہ میں صرف سورۃ النور کی تفسیر کرتے وقت آپ نے جو جاہلی اشعار کو بطور شواہد نقل فرمایا ہے صرف ان کو زیر بحث لایا جائے گا سورۃ النور کا مطالعہ اس لیے بہت اہم ہے کہ اس میں پاکیزہ زندگی گزارنے کے جملہ ضروری لوازمات کا بیان ہے اوراہم معاشرتی آداب پر راہنمائی کی گئی ہے کہ عصری تناظر میں جن سے ہدایات کا حصول انتہائی مطلوب ہے۔

شعر کا مفہوم

لفظ شعر شین کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے اوراس کا جومادہ ہے وہ کسی چیز کی واقفیت اور پہچاننے کا مفہوم پیش کرتا ہے اس کی جمع اشعار ہے اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے کہ شعر اس تحریر کو کہیں گے جو مقررہ وزن اور بحر میں قصدا لکھی گئی ہو جیسے علامہ جرجانی رقم طراز ہیں:"کلام مقفی موزون علی سبیل القصد"[3]
ترجمہ:ایسا ہم قافیہ و ہم وزن کلام جو بالقصد کہا گیا ہو۔گویا ہر تحریر جو ہم وزن ہو جائے اس کو شعر نہیں کہا جاسکتا بلکہ شعر کے لیے ضروری ہے کہ وہ قصدا کہی گئی ہو اوراس کی ایک بحر بھی ہو تب جاکر اس پر شعر کا اطلاق ہو گا۔

شعر جاہلی کی تعریف اوراس کا زمانہ

شعر جاہلی سے مراد اس دور کی شاعری ہے جس کا تعلق آپ ﷺ کی بعثت سے قبل کا ہے اور جاحظ [4] نے اس دور کی تعیین کی ہے کہ وہ دور زمانہ بعثت سے کتنا قبل کا تھا آپ لکھتے ہیں:" والعصر الجاهلی:هو العصر الذی یمتد قبل بعثة النبی □ ب 150 عاما---و سهل الطریق الیه : امرء القیس بن حجر،و مهلهل بن ربیعة"[5]ترجمہ:بعثت مصطفیٰ ﷺ سے ڈیڑھ سو سال قبل کا زمانہ شعر جاہلی کا ہے اوراس کے سرخیل امرؤالقیس[6] اور مھلھل بن ربیعہ[7] ہیں۔اس سے واضح ہوا کہ شعر جاہلی سے مراد آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ سے پہلے زمانہ کی شاعری ہے جس کا دور تقریبا ڈیڑھ سو سے دو سو سال پر مشتمل ہے۔

تفسیر کا مفہوم

تفسیر کا لفظ عربی زبان کا ہے جس کا مادہ "ف س ر" ہے اور یہ باب تفعیل کا مصدر ہے اس کا مفہوم ہے کسی چیز کو کھول کر بیان کرنا،وضاحت کرنا جب کہ تفسیر کے اصطلاحی مفہوم پر علامہ زرکشی ان الفاظ میں روشنی

OPEN ACCESS
CC BY

ڈالتے ہیں: "تفسیر ایک ایسا علم ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا فہم حاصل کیا جاتا ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا، اس کے معانی کو بیان کیا جاتا ہے، اور اس کے احکام اور حِکَم کا استخراج کیا جاتا ہے"[8]

خلاصہ بحث یہ ہے کی تفسیر ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے قرآن مجید کی تفہیم حاصل ہوتی ہے۔ سورۃ النور کی تفسیر کرتے ہوئے امام شوکانی نے اشعار جاہلیہ سے جو استشہاد کیا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

سورۃ کا لغوی معنی

سورۃ نور کی ابتداء سورۃ کے لفظ سے ہوئی۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ [9] ترجمہ: یہ وہ سورت ہے جو ہم نے نازل فرمائی اور ہم نے اس (کے احکام) کو فرض کیا اور ہم نے اس میں واضح آیتیں نازل فرمائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ امام شوکانیؒ نے سورت کے لفظ کا لغوی معنیٰ عزت و مرتبہ والا مقام کیا ہے اور فرمایا کہ اسی وجہ سے قرآن کی ہر سورت کو سورت کا نام دیا جاتا ہے۔[10]

﴿سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی، امام شوکانی نے سورۃ کے مذکورہ معنیٰ کی دلیل میں یہ شعر بیان کیا:

الم تران اللہ اعطاک سورۃ　　　ترى كل ملك دونها يتذبذب [11]

ترجمہ: کیا تونے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے وہ مقام و مرتبہ عطا کیا کہ تو ہر بادشاہ کو اس مرتبہ سے نیچے متذبذب دیکھتا ہے۔

وجہ استشہاد

نابغہ الذبیانی[12] نے یہ شعر نعمان بن منذر کے قصیدے میں لکھا نعمان کے مقام و مرتبہ کی بلندی بیان کرنے کے لیے اس نے سورۃ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہی سورۃ کا لغوی معنیٰ ہے۔ غلام رسول سعیدی نے بھی سورت کا یہ معنیٰ بیان کیا ہے[13]۔ ”رمی“ کا تہمت معنیٰ استعارۃً ہے۔ حد قذف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [14]

ترجمہ: اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر (اس کے ثبوت میں) چار گواہ نہ پیش کر سکیں، تو تم ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کو کبھی بھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں۔

OPEN ACCESS

"رمی یرمی رمیاً" کا لغوی معنی ہے پتھر پھینکنا، آیت میں تہمت لگانے کیلئے رمی کا لفظ استعمال ہوا تو امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ استعارہ ہے۔ وجہ مناسبت یہ ہے کہ جس طرح پتھر لگنے سے زخم ہوتا ہے ایسے ہی تہمت لگانے سے بھی باطنی زخم لگتا ہے۔ پہلی جنایت بالعمل ہے اور دوسری جنایت بالقول(15)۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ﴾ میں استشھاد بالشعر الجاہلی۔ نابغہ الذبیانی نے کہا:

وجرح اللسان كجرح اليد (16)

ترجمہ: زبان کا زخم، ہاتھ کے زخم کی طرح ہے۔

ایک اور شاعر نے کہا:

رمانی بامر کنت عنه ووالدی   بریا ومن اجل الطوی رمانی (17)

ترجمہ: اس نے مجھ پر ایک ایسے کام کی تہمت لگائی کہ جس سے میں اور میرا باپ (دونوں) بری ہیں اور اس نے بھوک کی وجہ سے مجھ پر تہمت لگائی۔

وجہ استشھاد

پہلے شعر میں زبان سے کہے گئے دلخراش الفاظ کیلئے جرح کا لفظ استعمال کیا گیا حالانکہ زخم ہاتھ سے دیا جاتا ہے تو چونکہ ہاتھ کا زخم ظاہری ہوتا ہے اور زبان کا باطنی، لہٰذا دونوں کیلئے جرح کا لفظ استعمال ہوا اور لسان کیلئے جرح کا لفظ استعارہ کے طور پر ذکر ہوا ہے جب کہ دوسرے شعر میں عمرو الباھلی نے رمانی بامر کے الفاظ استعمال کیے ہوا یوں کہ بنو باھلہ کا بنو مرض اور بنو قشیر سے کنوئیں کے معاملے میں تنازع ہوا دونوں قبائل تنازع لے کر بادشاہ کے پاس آئے بنو قشیر میں سے کسی نے بنی باھلہ کے ایک شخص کو چور اور چور کا بیٹا قرار دیا اس پر عمر الباھلی نے یہ شعر لکھا جبکہ دوسرے شعر میں رمانی بامر کے الفاظ ہیں رمی پتھر مارنے کو کہتے ہیں لیکن یہاں تہمت لگانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اسی وجہ سے بریا کا لفظ استعمال ہوا یعنی تہمت سے بری ہیں۔ رمی کا لفظ تہمت کیلئے استعمال استعارہ کے طور پر ہے۔ امام قرطبی نے بھی رمی کے لفظ کا تہمت کے معنیٰ میں استعمال استعارۃ کے طور پر قرار دیا ہے۔(18)

"جلدۃ" کا معنی

حد قذف، اسی کوڑے بیان کی گئی کوڑے مارنے کیلئے "جلدۃ" کا لفظ استعمال کیا گیا۔ امام شوکانی "الجلد" کا معنی بیان کرتے ہیں الضرب (مارنا)۔ "مجالدۃ" کا لفظ کوڑوں سے مارنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر ڈنڈے اور تلوار سے مارنے کیلئے بھی یہی لفظ استعارۃً استعمال ہونے لگا(19)۔

CC BY

﴿فَاجۡلِدُوۡهُمۡ ثَمٰنِيۡنَ جَلۡدَةً﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی۔ تلوار بازی کیلئے "جلدۃ" کے لفظ کا استعمال قیس بن خطیم کے اس شعر میں ہے:

اجالدہم یوم الحدیقۃ حاسراً　　　کان یدی بالسیف مخراق لاعب [20]

ترجمہ: میں مقابلے کے دن بغیر ڈھال کے ان کے خلاف لڑوں گا گویا کہ میرے ہاتھ میں تلوار کسی ماہر تلوار باز کی طرح ہوگی۔

وجہ استشہاد

تلوار سے لڑنے کیلئے "اجالد" کا لفظ استعمال کیا گیا چونکہ "جلدۃ" کا لفظ بنیادی طور پر کوڑے مارنے کیلئے استعمال ہوتا ہے اس لئے تلوار بازی کیلئے اس لفظ کا استعمال استعارہ کے طور پر ہے۔ امام قرطبی نے بھی **"جلدہ"** کے لفظ کو کوڑے کے لیے استعارہ کے طور پر استعمال کیا ہے اور اس کا استشہاد بھی اسی جاہلی شعر سے کیا ہے۔[21]

"تلقونہ" میں قرأت اور معنی میں اختلاف

واقعہ افک[22] کے دوران جب رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تو بہت سے اہل ایمان بھی ان باتوں کو غور سے سنتے اور آگے پھیلاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے اس عمل پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِكُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِكُمۡ مَّا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ﴾[23]

ترجمہ: جب تم یہ (تہمت) اپنی زبانوں سے نقل کرتے رہے اور اپنے مونہوں سے وہ بات کہتے رہے جس کا تمہیں علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات سمجھتے رہے حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بہت سنگین بات تھی۔

" تَلَقَّوۡنَهٗ " کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ تلقی سے ہے (باب تفعل ہے) اصل میں " تَتَلَقَّوۡنَهٗ " تھا ایک تاء حذف کر دی گئی۔ مقاتل اور مجاہد نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ تم ایک دوسرے سے اس (تہمت) کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ امام کلبی نے کہا کہ ان میں سے کوئی شخص دوسرے سے ملتا تو کہتا کہ مجھے یہ یہ بات معلوم ہوئی ہے پھر وہ اس بات کو آگے بیان کرنا شروع کر دیتا۔ زجاج نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ کچھ لوگ، ایک دوسرے سے باتیں کرتے تھے۔ محمد بن سمیفع نے اسے " تُلۡقُوۡنَهٗ " پڑھا ہے تاء کے ضمہ لام کے سکون اور قاف کے ضمہ کے ساتھ۔ باب افعال کے ساتھ، اس قرأت کی صورت میں

CC BY

معنی واضح ہے[24] ابی اور ابن مسعود کی قرأت میں یہ لفظ "تتلقونہ" ہے باب تفعل سے۔ یہی جمہور کی قرأت ہے۔ ابن عباس، حضرت عائشہؓ، عیسیٰ بن عمر، یحییٰ بن یعمر اور زید بن علی نے تاء کے فتحہ، لام کے کسرہ اور قاف کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی " تَلِقُوْنَهٗ " یہ لفظ "ولق" ولق، یلق، ولقا" سے ماخوذ ہے جب کوئی شخص جھوٹ بولے تو یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ ابن سیدہ نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ متعدی کو غیر متعدی پر گواہ لے کر آئے۔ ابن عطیہ کے بقول "اذتلقونہ" اصل میں "اذ تلقون فیہ" ہے۔ حرف جر حذف کر کے ضمیر، فعل سے متصل کر دی گئی۔ خلیل اور ابو عمرو نے کہا کہ ولق کا اصل معنی ہے جلدی کرنا کہا جاتا ہے "جاءت الابل تلق" جب اونٹ تیزی سے بھاگ کر آئے تو یہ جملہ بولا جاتا ہے۔[25]

﴿اِذْتَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی۔ "ولق" بمعنی اسراع کا استشہاد امام شوکانیؒ نے اس شعر سے کیا:

جاءت به عنس[26] من الشام تلق۔[27]

اس کے ساتھ شام سے ادھیڑ عمر کی کنواری لڑکی بھاگ کر آئی۔

وجہ استشہاد

عنس سے مراد ایسی کنواری لڑکی ہے جو بلوغت کے بعد عرصہ دراز تک بغیر شادی کے بیٹھی رہے شاعر نے شام سے اس کے تیزی سے بھاگ کر آنے کے لیے "تلق" کا لفظ استعمال کیا ہے گویا "ولق" بمعنیٰ اسراع کے تحت ﴿اِذْتَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ کا معنیٰ ہے کہ جب تم اپنی زبانوں سے جلدی جلدی تہمت کی باتیں آگے پھیلا رہے تھے۔

"یاتل" کے مادہ اشتقاق اور معنی کی بحث

حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے کے واقعہ میں مسلمانوں میں سب سے پیش پیش مسطح تھے یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عم زاد تھے یہ بچپن میں یتیم ہو گئے اور ان کے اخراجات ابھی تک حضرت ابو بکر صدیقؓ اٹھا رہے تھے جب واقعہ افک میں ان کا کردار نمایاں ہوا تو نزول برأت کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قسم کھائی کہ میں آج کے بعد مسطح پر کچھ بھی خرچ نہ کروں گا۔ انہوں نے مسطح سے ہاتھ روک لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾[28]

OPEN ACCESS

ترجمہ: اور تم میں سے اصحاب فضل اور ارباب وسعت یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دیں گے ان کو چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کر دے اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی قسم سے رجوع کرلیا۔ آیت میں "یاتل" کے لفظ کے دو مادہ اشتقاق امام شوکانیؒ نے بیان کئے۔ ایک ہے کہ "الا لیۃ" سے باب افتعال کا صیغہ ہے اور اس کا معنی ہے قسم کھانا۔ دوسرا مادہ "الوت" ہے جب کوئی کسی کام میں کمی کرے اسی سے لفظ نکلا ہے "لم آل جھدا" میں نے محنت کرنے میں کمی نہیں چھوڑی۔[29]

﴿وَ لَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی۔ امام شوکانیؒ نے اس دوسرے معنی کی تائید اس جاہلی شعر سے کی ہے:

وما المرء مادامت حشاشة نفسه بمدرك اطراف الخطوب ولا آل[30]

ترجمہ: انسان اپنی زندگی کی آخری سانس تک بہت جدوجہد کرنے کے باوجود بھی مقاصد (میں) کماحقہ (کامیابی) حاصل نہیں کر سکتا۔

وجہ استشہاد

"و لا آل" کا معنی ہے کہ محنت و جدوجہد کرنے میں کوئی کمی نہ چھوڑے۔ یہ امام شوکانیؒ کا بیان کردہ دوسرا معنی ہے۔ جو الوت سے مشتق ہے البتہ سبب نزول کے موافق پہلا معنی ہی ہے۔ مولانا مودودی اور پیر کرم شاہ الازہری نے ترجمہ کرتے ہوئے پہلے معنیٰ کو ہی ترجیح دی ہے۔[31]

"غض بصر" کا معنی

اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو نظریں جھکا کر رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ۔ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ م بِمَا يَصْنَعُوْنَ () وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾[32]

ترجمہ: آپ مسلمان مردوں سے کہیے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کیلئے بہت پاکیزہ ہے۔ بے شک اللہ ان کاموں کی خبر رکھنے والا ہے

OPEN ACCESS
CC BY

جن کو وہ کرتے ہیں اور آپ مسلمان عورتوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

ان آیات کی تفسیر میں امام شوکانیؒ غض بصر کا معنی بیان کرتے ہیں کہ پلکیں، آنکھوں پر ڈال دینا غض بصر کہلاتا ہے۔اس سے سامنے نظر نہیں آتا۔[33]

﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِ هِمْ﴾ میں استشھاد بالشعر الجاہلی۔عنترہ نے غض بصر کا یہ معنی اپنے شعر میں یوں بیان کیا:

واغض طرفی مابدت لی جارتی حتی تواری جارتی مآواہا [34]

ترجمہ:۔جب کبھی بھی میرے سامنے پڑوسن آتی ہے تو میں اپنی نظریں جھکالیتا ہوں جب تک کہ وہ اپنے گھر نہیں پہنچ جاتی۔

وجہ استشہاد

شاعر اپنی پڑوسن کو دیکھ کر نگاہیں جھکالیتا ہے اور اس بات کے اظہار کے لئے غض طرف کا لفظ استعمال کرتا ہے گویا جاہلیت میں غض بصر کا لفظ اسی معنی میں مستعمل تھا جو قرآن نے بیان کئے۔مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی "غض بصر "کا یہی معنیٰ اختیار کیا ہے۔[35]

"غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ" کا معنی

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ماسوائے چند لوگوں کے زیب وزینت دکھانے سے منع فرمایا جن کے سامنے زیب وزینت کا اظہار جائز ہے وہ یہ ہیں شوہر، باپ، دادا، شوہر کے باپ دادا، بیٹے، اپنے شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی جیسی دیگر خواتین، نوکرانیاں، ایسے نوکر جن کو عورتوں کی شہوت نہ ہو اور ایسے لڑکے جو عورتوں کی شرم والی باتوں پر مطلع نہ ہوں۔

ان تمام کے سامنے زیب وزینت کا اظہار جائز ہے ان میں ایسے نوکر بھی شامل ہیں جنہیں عورتوں کی شہوت نہیں ہوتی۔ان کیلئے قرآن نے ﴿اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ﴾[36] کے الفاظ بیان کئے۔

"الاربۃ" کا معنی بیان کرتے ہوئے امام شوکانی فرماتے ہیں کہ "الاربۃ' الارب' و الماربۃ" کا معنی ہے ضرورت یا (نفسانی) خواہش، اس کی جمع مآرب ہے یعنی حاجتیں یا خواہشات[37]۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

(وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى)[38]

﴿اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی۔ امام شوکانیؒ "الاربۃ" کے معنی خواہش کی دلیل طرفۃ بن عبد کے اس شعر سے لاتے ہیں:

اذا المرءقال الجهل والحوب والخنا تقدم يوما ثم ضاعت مآربه [39]

ترجمہ:۔ جب آدمی جہالت، گناہ اور یاوہ گوئی میں لگ جاتا ہے تو ایک دن ایسا آتا ہے کہ اس کی خواہشات بھٹک جاتی ہیں۔

وجہ استشہاد

مآرب کا لفظ نفسانی خواہشات کے معنی میں استعمال ہوا ہے یہی محل استشہاد ہے۔ علامہ سعیدی نے "الاربۃ" کا معنیٰ شہوت کیا ہے جو شعری معنیٰ سے مطابقت رکھتا ہے۔ [40]

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کا معنی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ [41] ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نور مخلوق ہے مجعول ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ [42] ترجمہ: اور اس (اللہ) نے اندھیروں اور نور کو پیدا کیا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں، پھر "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے" اس کا کیا معنی ہے امام شوکانیؒ نے اس کی تین توجیہات بیان کی ہیں۔

پہلی توجیہ یہ ہے کہ لفظ اللہ مبتداء "نور السماوات والارض" خبر ہے نور سے پہلے مضاف محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے: "ذونور السماوات والارض" یعنی اللہ آسمانوں اور زمین کے نور کا مالک ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ یہ خبر ہے اس طور پر کہ صفات باری تعالیٰ جیسے کہ اس کا جلال، اس کا عدل اور اس کے احکام کے نفاذ کے اظہار میں مبالغہ کیلئے نور کا لفظ بیان کیا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ نور البلد فلاں شخص شہر کا نور ہے قمر الزمان، زمانے کی آنکھ کا چاند، اور شمس العصر، زمانے کا سورج وغیرہ کے القابات محض مبالغہ کیلئے ذکر کئے جاتے ہیں۔

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی، اس توجیہ کی دلیل میں امام شوکانیؒ نے نابغہ الذبیانی کا یہ شعر ذکر کیا:

فانك شمس والملوك كواكب اذا ظهرت لم يبق فيهن كوكب [43]

ترجمہ: بے شک تو سورج ہے اور سارے بادشاہ ستارے ہیں جب تو سامنے آتا ہے کوئی ستارہ نظر کے سامنے نہیں ٹکتا۔

CC BY

وجہ استشہاد

نابغہ نے اپنے ممدوح نعمان بن منذر بادشاہ کو سورج کہا اور باقی بادشاہوں کو ستاروں سے تعبیر کیا یہ وصف میں مبالغہ ہے اسی طور پر اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ مولانا مودودی نے ترجمہ اسی قول کے تحت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔[44] تیسری توجیہ امام شوکانیؒ نے یہ بیان کی کہ نور، روشنی کو کہتے ہیں جس طرح روشنی اشیاء کی حقیقت آشکار کرتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ بندوں کے سامنے اپنی آیات ظاہر فرماتا ہے۔ زید بن علی، ابو جعفر اور عبدالعزیز المکی کی قرأت سے یہی معنیٰ آشکار ہوتا ہے۔ انہوں نے پڑھا:﴿اَللّٰهُ نَوَّرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾[45]

زیتون کو شجرۃ مبارکۃ کہنے کی توجیہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ﴾[46]

ترجمہ: اس کے نور کی مثال ایسے طاق کی طرح ہے جس میں چراغ ہو۔ وہ چراغ ایک فانوس میں ہو، وہ فانوس ایک روشن ستارے کی مانند ہو، وہ چراغ برکت والے زیتون کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے۔

"مبارکۃ" کے دو معنیٰ امام شوکانیؒ نے بیان کئے ایک وہ شے جس کی منفعت بہت زیادہ ہو اور دوسری وہ کہ جس کی بڑھوتری زیادہ ہو چونکہ زیتون کے درخت کی منفعت بہت زیادہ ہے اور اس کی بڑھوتری بھی زیادہ ہوتی ہے اس لئے اسے شجرۃ مبارکۃ سے تعبیر کیا گیا۔[47]

﴿يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ﴾ میں استشھاد بالشعر الجاہلی، حضرت ابو طالب نے مسافر بن ابی عمرو کا قصیدہ لکھتے ہوئے کہا:

لیت شعری مسافر بن ابی عمرو　　ولیت یقولها المحزون

بورک المیت الغریب کما　　بورک نبع الریحان و الزیتون[48]

ترجمہ:۔ کاش میرا شعر مسافر بن ابی عمرو ہی ہوتا اور اس کا شاعر کوئی غمزدہ شخص ہوتا اس بے چارے میت (کی قبر) پر ایسے ہی برکت نازل ہو جیسے ریحان اور زیتون کے اگنے میں برکت رکھی گئی ہے۔ علامہ زمخشری نے برکت کا معنیٰ منافع کی کثرت کیا ہے۔[49]

cc BY

وجہ استشہاد

زیتون کی روئید گی کیلئے برکت کا لفظ استعمال کیا ہے چونکہ زیتون کی بڑھوتری زیادہ ہے اور اس میں کثیر منفعت رکھی گئی ہے اس کیلئے برکت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سراب کا معنی

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اعمال کو سراب سے تشبیہ دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْــًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۔ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (50)

ترجمہ: اور کافروں کے اعمال ہموار زمین میں چمکتی ہوئی ریت کی مثل ہیں جس کو پیاسا دور سے پانی گمان کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اس کے قریب پہنچتا ہے تو اس کو کچھ بھی نہیں پاتا اور وہ اللہ کو اپنے قریب پاتا ہے جو اس کو اس کا پورا حساب چکا دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کے اعمال خیر کو سراب سے تشبیہ دی وہ بھی صلہ رحمی، صدقہ وغیرہ کرتے ہیں اس امید پر کہ انہیں جزاء ملے گی یہ سب سراب ہے۔ سراب کا معنی امام شوکانیؒ بیان کرتے ہیں کہ ہموار زمین پر دن کی گرمی کی شدت میں حد نظر تک جو پانی نظر آتا ہے اسے سراب کہتے ہیں پیاسا شخص اسے پانی گمان کرتا ہے لیکن جب وہاں پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کفار، اپنے اعمال کے بارے میں بھی گمان کئے بیٹھے ہیں کہ انہیں اجر ملے گا لیکن اللہ کے پاس آئیں گے تو سراب کی طرح کچھ بھی نہ ہوگا۔ سراب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے جیسے پانی چلتا ہے کہا جاتا ہے "سرب الفحل" یعنی نر زمین پر چلا۔ اسے الآل کا نام بھی دیا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ الآل دوپہر کے وقت پانی کی طرح فضا میں ہوتی ہے۔ یہ زمین سے اٹھی ہوئی ہوتی ہے آسمان اور زمین کے درمیان دکھائی دیتی ہے (51)۔

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی، امرؤالقیس کے شعر سے سراب کا مفہوم یوں واضح ہوتا ہے:

الم انض المطی بکل خرق　امق الطول لماع السراب (52)

ترجمہ: کیا میں نے اپنی سواری کو ہر دور افتادہ وسیع و عریض ریگستان سے سراب کی چمک کی طرح گزار کر تھکا نہیں دیا۔

OPEN ACCESS
CC BY

وجہ استشہاد

شاعر اپنے گھوڑے کی سرعت رفتار کی تعریف کرتا ہے کہ میرا گھوڑا ریگستانوں سے بھی سراب کی چمک کی طرح گزر جاتا ہے۔ ریگستان میں زمین سے تھوڑا سا اوپر ہوا میں پانی نظر آتا ہے اسی میں چمک بھی دکھائی دیتی ہے اس کے لیے شاعر نے "لماع السراب" کا لفظ بولا ہے اس وجہ سے اس کے لیے سراب کا لفظ بولا جاتا ہے یہاں چونکہ وہ حقیقت میں پانی نہیں ہوتا محض دکھائی دیتا ہے۔ امام قرطبی نے بھی سراب کا یہی معنیٰ بیان کیا ہے۔[53]

حساب کا معنی عمل کی جزاء

کفار جب اعمال خیر کا بدلہ لینے کی غرض سے آئیں گے تو وہ سراب کی طرح ہوں گے جب اعمال سراب کی طرح دیکھیں گے تو اچھے بدلے کی امید پر آگے بڑھیں گے جب وہاں پہنچیں گے تو کوئی عمل خیر موجود نہ ہوگا وہاں اللہ سے ملاقات ہوگی تو اللہ ان کا حساب چکتا کرے گا۔ "فوفاہ حسابہ" کا معنی امام شوکانیؒ نے "جزاء عملہ" کیا ہے۔ حساب سے مراد گمان نہیں لیا گیا "حسب یحسب حسبانا" کا معنی گمان کرنا بھی ہے لیکن اگر گمان معنی ہو تو مفہوم یہ ہوگا کہ وہ اعمال خیر کی جزاء کے متعلق جو گمان لے کر آئے گا وہ اسے مل جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہوگا حساب سے مراد اس کی انکار خداوندی کی سزا ہے۔[54]

﴿وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ فَوَفّٰٮهُ حِسَابَهٗ﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی، امرؤ القیس نے کہا:

فولى مدبراً يهوى حثيثاً   وايقن انه لاقى الحسابا [55]

ترجمہ:۔ وہ پیٹھ پھیر کر ایسے بھاگا کہ گرتا پڑتا جا رہا تھا اور اسے یقین ہو گیا کہ اب وہ اپنے انجام بد کو پہنچنے والا ہے۔

وجہ استشہاد

مجرم ارتکاب جرم کے بعد بھاگتا جا رہا ہے گرتا پڑتا، پیچھے دیکھتا جا رہا ہے وہ پکڑے جانے کے قریب ہے اور اسے یقین ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے جرم کا بدلہ لے گا جرم کی سزا کے لیے شاعر نے "الحساب: کا لفظ استعمال کیا ہے گویا آیت میں "فوفاہ حسابہ" سے مراد یہ ہے کہ کفار کو ان کے جرم کی سزا پورے طور پر دی جائے گی مولانا مودودی نے ترجمہ میں اسی بات کا لحاظ کیا ہے۔[56]

ازجاء کا معنی

نزول بارش کے مراحل بیان کرتے ہوئے اللہ نے بادلوں کو چلانے کیلئے "یزجی" کا لفظ استعمال کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

CC BY

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ م بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۔ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ [57]

ترجمہ: کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو چلاتا ہے پھر ان کو (باہم) جوڑ دیتا ہے پھر ان کو تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے بارش ہوتی ہے اور اللہ آسمان کی طرف سے پہاڑوں سے اولے نازل فرماتا ہے سو وہ جس پر چاہے اولوں کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہے ان کو پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی لے جائے۔

اس آیت میں تین الفاظ ایسے ہیں جن کا معنی بیان کرتے ہوئے امام شوکانیؒ نے استشہاد اشعار جاہلیہ سے کیا ہے۔ پہلا لفظ "یزجی' دوسرا "ودق' اور تیسرا "سنا" ہے تینوں کا معنی ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔ ازجاء باب افعال کا مصدر ہے اسی سے فعل مضارع یزجی ہے۔ یزجی کا معنی امام شوکانیؒ نے بیان کیا: "السوق قلیلا قلیلاً"[58] ترجمہ: تھوڑا تھوڑا لے کر جانا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی، اس معنی کی دلیل میں امام شوکانیؒ نے دو اشعار ذکر کئے۔ دونوں اشعار نابغہ الذبیانی کے ہیں۔ نابغہ الذبیانی کہتا ہے:

انی اتیتک من اهل ومن وطنی ازجی حشاشة نفس مابها رمق [59]

ترجمہ: میں اپنے اہل وعیال اور وطن کو چھوڑ کر تیرے پاس آیا ہوں اس حال میں کہ میں اپنے مفلوج جسم کو گھسیٹ رہا ہوں جس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں ہے۔

دوسرے شعر میں نابغہ کہتا ہے:

اسرت علیه من الجوزاء ساریة یزجی السماک علیه جامد البرد [60]

ترجمہ: اس پر جوزا برج سے ایک بادل رات کو چھایا جو یخ بستہ پانی سے بھی مچھلی کو کھینچ لاتا ہے۔

وجہ استشہاد

پہلے شعر میں شاعر انتہائی لاغر حالت میں اپنے آپ کو گھسیٹ کر محبوب کے پاس لانے کا ذکر کرتا ہے چونکہ گھسیٹنے کے دوران حرکت آہستہ آہستہ ہوتی ہے اس لئے شاعر نے "یزجی" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دوسرے

OPEN ACCESS
CC BY

شعر میں مچھلی کی پانی میں حرکت بیان کرنے کیلئے شاعر نے یزجی کا لفظ استعمال کیا چونکہ وہ بھی آہستہ آہستہ ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے یہی لفظ بولا گیا۔

"ودق" کا معنی

امام شوکانیؒ نے الودق کے دو معانی بیان کئے ایک بارش جبکہ دوسرا بجلی، پہلے معنی کے بارے میں کہا کہ جمہور کے نزدیک یہی معنی ہے اور اسی معنی کو امام شوکانیؒ نے ترجیح بھی دی[61] وجہ ترجیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کے بننے کا مرحلہ بیان کیا پھر بارش کے بادلوں سے برسنے کا تذکرہ فرماتے ہوئے یہ لفظ استعمال ہوا لہٰذا ودق کے لفظ کا معنی بارش زیادہ قرین قیاس ہے۔

﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ﴾ میں استشھاد بالشعر الجاہلی

ودق کے پہلے معنی بارش کا استشہاد امام شوکانیؒ نے دو جاہلی شعراء کے اشعار سے کیا ہے پہلا شعر امام شوکانیؒ نے بغیر انتساب کے ذکر کیا۔ جو عامر بن جوین الطائی کا ہے یہ زمانہ جاہلیت کا شاعر ہے جبکہ دوسرا شعر امرؤ القیس کا ہے۔عامر بن جوین الطائی[62] کہتا ہے:

فلامزنة ودقت ودقها ولاارض ابقل ابقالہا[63]

ترجمہ: کسی بادل نے اپنا سارا پانی نہیں برسایا اور نہ زمین کے کسی ٹکڑے نے اپنا سارا سبزہ اگایا۔

جبکہ امرؤالقیس کہتا ہے:

فدمعهما ودق و سح وديمة وسكب وتوكاف و تنهملان[64]

ترجمہ: ان دونوں آنکھوں کے آنسو بارش (کی طرح) ہیں لگاتار بہنے والے ہیں ٹپکتے رہتے ہیں (آنکھوں سے) لگاتار رواں رہتے ہیں۔

وجہ استشہاد

پہلے شعر میں بادل کے بارش برسانے کا ذکر ہے اور اس کیلئے شاعر نے ودق کا لفظ اور دوسرے شعر میں آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں کیلئے ودق کا لفظ استعمال کیا گیا گویا دونوں اشعار میں پانی کیلئے یہ لفظ استعمال ہوا۔ لہٰذا ودق کا معنی المطر متحقق ہوا۔ مولانا مودودی نے بھی "ودق" کا معنیٰ بارش کے قطرے کیا ہے۔[65]

"سنا" کا معنی

آیت کے آخری الفاظ ''يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ ''میں لفظ سنا کا معنی امام شوکانیؒ بیان کرتے ہیں کہ سنا کا معنی ہے الضوء (روشنی) معنی یہ ہے کہ قریب ہے کہ بجلی کی روشنی آنکھوں کی بینائی لے جائے۔

OPEN ACCESS
CC BY

﴿یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ یَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ﴾ میں استشھاد بالشعر الجاہلی، اس معنی کی تائید میں امام شوکانیؒ نے دو جاہلی شعراء کے اشعار بیان کئے۔ شماخ الذبیانی نے کہا:

وما كادت اذا رفعت سناها   ليبصر ضوءها الا البصير [66]

ترجمہ:۔اور جب اس (لیلیٰ کے چہرے) کی روشنی (خوبصورتی) عیاں ہوتی ہے کہ اسے دیکھا جائے تو کوئی دیکھنے والا ہی اسے دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔

امرؤالقیس نے کہا:

يضيء سناه او مصابيح راهب   اهان السليط فى الذ بال المفتل [67]

ترجمہ: کیا یہ بجلی کی روشنی چمک رہی ہے یا اس راہب کے چراغ ہیں جس نے بٹی ہوئی بتیوں پر تیل چھڑکا دیا ہو۔

وجہ استشہاد

دونوں اشعار میں سنا کا لفظ ضیاء اور روشنی کے معانی میں استعمال ہوا۔ یہی محل استشہاد ہے۔ مولانا اصلاحی نے "سناء" کا معنیٰ کوند (روشنی) کیا ہے۔[68]

عورات کا مفہوم اور اس میں لغات

تین اوقات میں اللہ تعالیٰ نے غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو گھروں میں داخلے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا۔ نماز فجر سے پہلے، ظہر کے وقت جب بعض کپڑے اتار دیے جاتے ہیں اور عشاء کے بعد۔ ان تین اوقات کو اللہ تعالیٰ نے پردے کے اوقات قرار دیئے۔

﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ [69]

ترجمہ: یہ تین اوقات تمہارے پردے کے ہیں۔

"عورات" کے لفظ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ اوقات ہیں جن میں پردہ کیا جاتا ہے۔ زجاج کے بقول مراد یہ ہے کہ انہیں چاہیے کہ تم سے پردے کے تین اوقات میں اجازت طلب کریں۔ اصل جملہ تھا "لیستآذنکم اوقات ثلاث عورات" مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا گیا۔ عورات، عورۃ کی جمع ہے عورۃ کا اصل معنی ہے خلل۔ پھر یہ لفظ زیادہ اس خلل کیلئے استعمال ہونے لگا جس کی حفاظت کا اہتمام ضروری ہے یعنی یہ تین اوقات ہیں کہ جن میں ستر میں خلل واقع ہوتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

اعمش نے عورات پڑھا یعنی واؤ کے فتحہ کے ساتھ، قبیلہ ھذیل اور تمیم کی یہی لغت ہے وہ فعلات کے عین کو فتحہ دیتے ہیں بھلے عین کلمہ میں واؤ ہو یا یاء ہو۔(70)

﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی، دلیل کے طور پر امام شوکانیؒ نے نابغۃ الذبیانی کا شعر ذکر کیا:

امن آل مية رائح او مغتد　　　عجلان ذا زاد غير مزود (71)

ترجمہ: کیا تیرا سارا وقت خاندان میہ (شاعر کی محبوبہ) کی طرف صبح و شام محض جلدی جلدی آنے جانے میں ہی گزر جائے گا نہ دیدار، نہ وصل (کچھ بھی حاصل نہ ہو گا)۔

وجہ استشہاد

جیسے عورۃ سے فعلان کے وزن پر عورات آیا ہے، اسی طرح "عجلة" سے "عجلان" ہے۔ قبیلہ ھذیل اور تمیم کی لغت میں عین کلمہ کو فتحہ دیا جاتا ہے، اس لئے شعر میں "عجلان" جیم کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ کا معنی

اللہ تعالیٰ نے غلاموں اور نابالغ لڑکوں کو تین اوقات میں بغیر اجازت کے گھروں میں داخلے سے منع فرمایا۔ فجر سے پہلے، ظہر کے وقت اور عشاء کے بعد۔ ان تین اوقات کے علاوہ بغیر اجازت کے داخلے کی اجازت دی۔ اجازت دینے کی علت یہ بیان فرمائی: ﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾(72) ترجمہ: تمہارا ایک دوسرے کے پاس کثرت سے آنا جانا رہتا ہے۔ امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ ما قبل کا بدل بن رہا ہے یا تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ معنی یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کا دوسرے کے پاس آنا جانا ہے۔ آقا اپنے غلام کے پاس آتا جاتا ہے اور غلام اپنے آقا کے ہاں آتا جاتا ہے۔(73)

﴿طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ میں استشہاد بالشعر الجاہلی، امام شوکانیؒ نے مذکورہ معنی کی تائید اس جاہلی شعر سے کی ہے:

ولما قرعنا النبع بالنبع بعضه　　　ببعض ابت عيدانه ان تكسرا (74)

ترجمہ: جب ہم نے کمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ کھٹکھٹایا تو ان کی لکڑیاں نہ ٹوٹ سکیں۔

وجہ استشہاد

کمانیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو ہر ایک فاعل بھی تھی اور مفعول بھی۔ اسی طرح آقا اور غلام ہر ایک دوسرے کے ہاں کثرت سے آتے جاتے ہیں۔ اس معنی کے اظہار کے لئے "بعضكم على بعض" کے الفاظ قرآن اور شعر جاہلی دونوں میں استعمال کئے گئے۔

OPEN ACCESS
CC BY

اکیلے کھانا کھانے کی اجازت

کھانا کن کن کے گھروں سے کھا سکتے ہیں اور کون کون کھا سکتا ہے؟ اس سے متعلق احکامات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> "نابینا پر کوئی حرج نہیں، اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر کوئی حرج ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے قبضے میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے" کھانے کی اجازت دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡكُلُوۡا جَمِيۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا﴾ [75] ترجمہ: اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ۔

آیت کے اس حصے کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام شوکانیؒ کہتے ہیں کہ "جمیعاً" اور "اشتاتاً" حالت ہونے کی بناء پر منصوب ہیں "اشتات" شت کی جمع ہے۔ شت مصدر ہے اور اس کا معنی ہے الگ الگ ہونا۔ کہا جاتا ہے "شت القوم" جب قوم الگ الگ ہو جائے۔ اس جملہ مستانفہ کا معنی یہ ہے کہ تم اکٹھے مل بیٹھ کر کھاؤ تب بھی جائز ہے اور الگ الگ ہو کر کھاؤ تب بھی صحیح ہے۔ عربوں میں بعض لوگ ایسے گزرے جو اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے مہمان کے ساتھ ہی صرف کھانا کھایا کرتے تھے۔ [76]

حاتم طائی [77] اپنی بیوی سے کہتا ہے:

اذا ما صنعت الزاد فالتمسی له	اکیلا فانی لست آکله وحدی [78]

ترجمہ: جب کبھی بھی تو کھانا تیار کرے تو کوئی کھانے والا بھی تلاش کیا کر کہ میں اکیلا کھانا نہیں کھاتا۔

چونکہ عربوں میں ایسے لوگ تھے، جو اکیلے کھانا کھانا معیوب سمجھتے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اکیلے کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں یہ تکلیف ان کی خود پر خود ہی کی نازل کردہ ہے۔

نتائج تحقیق

پیش کردہ بحث سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے جاتے ہیں کہ امام شوکانی نے سورۃ النور کی تفسیر میں جاہلی شاعری سے کافی حد تک استفادہ کیا ہے:

CC BY

1- امام الشوکانی کبھی شعر جاہلی سے استشہاد لغوی کرتے ہیں جیسے سورۃ کا معنٰی بلند عنترہ کے اس شعر سے کیا ہے: الم تران اللہ اعطاک سورۃ" یہ استشہاد لغوی ہے۔

2- امام شوکانی کبھی بلاغی نوعیت کا جاہلی شاعری سے استشہاد کرتے ہیں جیسے رمی کا تہمت معنٰی استعارۃً ہے۔اور امام شوکانی نے عمرو الجاہلی کے اس شعر " رمانی بامر کنت عنہ و والدی"استشہاد کیا ہے۔

3-"جلدۃ" کے لفظ کا تلوار بازی کے لیے استعمال بھی استعارۃً ہے اور یہ بلاغی استشہاد امام شوکانی نے قیس بن خطیم کے اس شعر "اجالدھم یوم الحدیقۃ حاسرا " کے مصرع سے کیا ہے۔

4-علم دلالت سے متعلق استشہاد جاہلی شعر سے کرتے ہیں جیسے "الاربۃ" کے لفظ کی دلالت نفسانی خواہشات پر کی ہے اور اس کی دلیل میں" اذا المرءقال الجھل و الحوب و الخنا،تقدم یوما ثم ضاعت ما ربہ" یہ شعر لاتے ہیں۔

5- کبھی استشہاد کی نوعیت صرفی ہوتی ہے۔جیسے "اذتلقونہ"میں صیغہ بعض کے نزدیک ثلاثی مجرد ہے۔بعض نے ثلاثی مزید فیہ میں داخل کیا ہے۔ثلاثی مزید فیہ میں بھی بعض نے باب تفعل اور بعض نے باب افعال کہا ہے۔ امام شوکانی نے یہ صرفی استشہاد کے طور پر کیا ہے"جاءت بہ عنس بن الشام تلق"

6-معنوی استشہاد جیسے "غض بصر" کے معنی کے بیان کے لیے عنترہ کے شعر "و اغض طرفی مابدت لی جارتی"کا سہارا لیا ہے۔امرؤالقیس کے شعر سے سراب کا مفہوم واضح کیا ہے: الم انض المطی بکل خرق

7-امام شوکانیؒ نے ان تین الفاظ "یزجی"، "ودق"اور"سنا" تینوں کے معنٰی کا استشہاد جاہلی اشعار سے کیا ہے۔

8-امام شوکانیؒ بیان کرتے ہیں کہ سنا کا معنی ہے الضوء اس معنی کی تائید میں امام شوکانیؒ نے دو جاہلی شعراء کے اشعار بیان کئے۔شماخ الذبیانی نے کہا:وما کادت اذا رفعت سناہا، لیبصر ضوءھا الا البصیر، جب کہ امرءالقیس نے کہا:یضیء سناۃ او مصابیح راھب ، اھان السلیط فی الذبال المفتل۔

OPEN ACCESS

حوالہ جات

[1] زیارت، احمد احسن، تاریخ ادب عربی، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، پبلشرز، سن ندارد)، ص105

[2] قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن (قاہرہ: دارالکتب العربی، 1367ھ)، 10/111

[3] السیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن (لبنان: دارالفکر، 1996ء) 1/348

[4] الجرجانی، علی بن محمدِ، کتاب التعریفات، (بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1983ء)، ص127

[5] جاحظ ابو عثمان عمر بن بحر بن محبوب کنانی بصری عہد عباسی کا عربی زبان کا نامور ادیب تھا آنکھیں بد وضع اور ابھری ہوئی ہونے کی وجہ سے جاحظ کہلایا 163ھ میں بصرہ میں پیدا ہوا ابو عبیدہ جیسے لوگوں کا شاگرد تھا 255ھ میں وفات پائی۔ ابو اسحٰق نظام معتزلی کے افکار سے متاثر ہوا ہے۔ تصانیف کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے۔ (یحیٰ مراد، تراجم الشعراء، قاہرہ: دارالحدیث، ط2006ء) ص187۔

[6] جاحظ، عمرو بن بحر، کتاب الحیوان، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط2) 2/53

[7] (امرء القیس) جندح بن حجر بن الحارث الکندی 501ء میں بنو اسد کے گھر پیدا ہوا۔ جوانی کی عمر میں موج مستی اور عیاشی کے ساتھ شاعری میں لگا رہا۔ زمانہ جاہلیت کا ممتاز شاعر تھا جلد کی بیماری کی وجہ سے 544ء میں انتقال کر گیا۔ (یحیٰ مراد، تراجم الشعراء، ص257)

[8] الزرکشی، ابو عبداللہ بدرالدین، البرھان فی علوم القرآن، (بیروت: دارالمعرفہ۔ 1957ء) 1/13

[9] النور: 1

[10] الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، (القاہرہ: دارالحدیث، طبع، 2007ء) 4/ 5

[11] امام شوکانی نے یہ شعر زہیر بن ابی سلمٰی کی طرف منسوب کیا لیکن یہ شعر نابغہ الذبیانی کا ہے۔

CC BY

[12] نابغہ الذبیانی ابو امامہ زیاد بن معاویہ بن الذبیانی الغطفانی 18 سال قبل ہجرت پیدا ہوا دور جاہلیت کے طبقہ اولیٰ کے شعراء میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ اعشیٰ، خنساء، حسان جیسے شعراء اپنا کلام اس کے سامنے پیش کرتے تھے۔ نعمان بن منذر کی مدح میں قصائد لکھے۔ 605ء میں وفات پائی۔ (یحیٰ مراد، تراجم الشعراء، 268)

[13] سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، (لاہور: فرید بک سٹال، فروری 2008)، 8/ 42

[14] النور: 4

[15] الشوکانی، فتح القدیر، 4/ 10

[16] ایضاً

[17] ایضاً / یہ شعر عمرو الباہلی کا ہے۔

[18] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، (بیروت: دار الفکر، ت ندارد)، 12/ 172)

[19] الشوکانی، فتح القدیر، 4/ 11

[20] ایضاً

[21] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 12/ 178

[22] حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائے جانے کا واقعہ۔

[23] ا لنور: 15

[24] یعنی بات کا القاء ایک دوسرے کی طرف کیا جاتا ہے۔

[25] الشوکانی، فتح القدیر، 4/ 17-18

[26] یہ شعر شماخ الذبیانی کا ہے، امام شوکانی صرف تیسرا مصرع لائے ہیں پہلے دو مصرع یہ ہیں:۔ ان الجلید زلق زملق۔ کذنب العقرب شوالعلق

[27] الشوکانی، فتح القدیر، 4/ 17

[28] ا لنور: 22.

[29] الشوکانی، فتح القدیر، 4/ 21

CC BY

[30] ایضاً

31 مودودی، سید احمد، تفہیم القرآن'(لاہور:ادارہ ترجمان القرآن،)3/372-/ الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن،(لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ط1399ھ)، 3/304

[32] ا لنور:30-31

[33] الشوکانی، فتح القدیر، 4/28

[34] ایضاً

[35] اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، (لاہور: فاران فاؤنڈیشن، نومبر 2009)5/392

[36] ا لنور: 31

[37] الشوکانی، فتح القدیر، 4/31

[38] طہ:18

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اس ڈنڈے پر میں ٹیک لگاتا ہوں بکریاں ہانکتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی کئی حاجتیں اس سے پوری کرتا ہوں۔

[39] الشوکانی، فتح القدیر، 4/31

[40] سعیدی، تبیان القرآن، 8/122

[41] ا لنور:35

[42] الانعام:1

[43] الشوکانی، فتح القدیر، 4/31

[44] مودودی، تفہیم القرآن، 3/105

[45] ا یضاً، 4/41

[46] ا لنور:35

CC BY

[47] الشوکانی، فتح القدیر،4/42

[48] ایضاً

[49] الزمخشری، جاراللہ، تفسیر الکشاف، (بیروت: دارالکتاب العربی، طبعہ ثانیہ، 1407ھ)، 3/241

[50] النور:39

[51] الشوکانی، فتح القدیر،4/48

[52] امرؤالقیس، امام شوکانی نے طویل الطول کے الفاظ لکھے اصل میں الفاظ امق الطول کے ہیں۔

[53] قرطبی، الجامع لاحکام القرآن،12/282

[54] الشوکانی، فتح القدیر،4/49

[55] ایضاً

[56] مودودی، تفہیم القرآن،3/410

[57] النور:43

[58] الشوکانی، فتح القدیر،4/51

[59] ایضاً

[60] الشوکانی، فتح القدیر،4/51

[61] ایضاً، 52

[63] عامر بن جوین الطائی زمانہ جاہلیت کا شاعر اور اہل فارس کا خطیب گزرا ہے۔اس کی قربت نعمان بن منذر بادشاہ کے دادا منذر بن نعمان کے ساتھ رہی۔ امراء القیس اس کے پاس کچھ عرصہ رہا اپنی قوم سے بیزار تھا۔ لمبی عمرپائی۔(یحیٰ بن مراد، تراجم الشعراء، ص120)

[63] ایضاً

[64] ایضاً

OPEN ACCESS

[65] مودودی، تفہیم القرآن، 3/412

[66] الشوکانی، فتح القدیر، 4/52

[67] ایضاً

[68] اصلاحی، تدبر قرآن، 5/417

[69] النور: 58

[70] شوکانی، فتح القدیر، ج4/ 63-64

[71] امام شوکانیؒ نے اس شعر کے پہلے مصرع میں غلطی کی۔ انہوں نے لکھا ابو بیضات رائح او مبعد۔ اصل میں مصرع یوں ہے: امن آل میۃ رائح او مغتد

[72] النور: 58

[73] الشوکانی، فتح القدیر، ج4/ 64

[74] امام شوکانی نے یہ شعر بغیر انتساب کے ذکر کیا۔ شعر کعب الغنوی کا ہے۔

[75] النور: 61

[76] الشوکانی، فتح القدیر، 4/67

[77] حاتم بن عبد اللہ بن سعد بن الطائی زمانہ جاہلیت کا شاعر تھا۔ سخاوت میں اس کا نام ضرب المثل تھا۔ 577ء میں اس نے وفات پائی۔ (یحیٰ مراد، تراجم الشعراء، ص329)

[78] الشوکانی، فتح القدیر، 4/67

OPEN ACCESS
CC BY